

## حدیث قرطاس

رسول کریم ﷺ کے مرض الموت کا واقعہ ہے۔ صحابہ کرام آپ کے پاس جمع تھے کہ آپ نے فرمایا: لکھنے کے لئے لائیں، میں تحریر کیے دیتا ہوں تاکہ آپ کو یاد رہے، حاضرین میں سے سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے دل میں خیال آیا کہ پیغمبر علیہ السلام انتہائی بیمار ہیں، تکلیف کی شدت ہے ایسے عالم میں یہ زحمت کیوں اٹھائیں؟ وحی الہی تو آپ پہنچا چکے ہیں اور دین مکمل ہو گیا ہے، اسی خیال کا اظہار دوسرے صحابہ سے کیا، کہا آپ ﷺ پر تکلیف غالب ہے «حَسْبُنَا كِتَابُ اللَّهِ» ہمیں قرآن و سنت ہی کافی ہے، سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی بات پر حاضرین میں اختلاف ہو جاتا ہے، بعض صحابہ آپ کی موافقت کرتے ہیں، بعض مخالفت، دے دیا جائے، رہنے دیجئے، دے دیا جائے، رہنے دیجئے، تکرار کی صورت حال پیدا ہو جاتی ہے۔

سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی رائے سے اختلاف کرنے والے کہنے لگے «أَهْجَرَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ» کیوں نہیں دیتے آپ ﷺ کی گفتگو کسی مریض کی طرح بے معنی تو ہر گز نہیں، اتنے میں نبی کریم ﷺ کی آواز آتی ہے، کاغذ قلم رہنے دیجئے۔ آپ یہاں سے چلے جائیے، مجھے تہائی چاہیے۔ تفصیل ملاحظہ ہو۔

① سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے:

لَمَّا حُضِرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ، وَفِي الْبَيْتِ

رِجَالٌ فِيهِمْ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ، قَالَ: هَلُمَّ أَكْتُبْ لَكُمْ كِتَابًا لَنْ تَضِلُّوا بَعْدَهُ، قَالَ عُمَرُ: إِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ غَلَبَهُ الْوَجَعُ وَعِنْدَكُمْ الْقُرْآنُ فَحَسْبُنَا كِتَابُ اللَّهِ، وَاخْتَلَفَ أَهْلُ الْبَيْتِ وَاخْتَصَمُوا، فَمِنْهُمْ مَنْ يَقُولُ: قَرَّبُوا يَكْتُبْ لَكُمْ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كِتَابًا لَنْ تَضِلُّوا بَعْدَهُ، وَمِنْهُمْ مَنْ يَقُولُ مَا قَالَ عُمَرُ، فَلَمَّا أَكْثَرُوا اللَّغَطَ وَالْإِخْتِلَافَ عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: قُومُوا عَنِّي.

”نبی اکرم ﷺ کی وفات کا وقت ہوا تو اس وقت گھر میں کچھ لوگ موجود تھے، ایک سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ بھی تھے، آپ ﷺ نے فرمایا: قلم کاغذ لائیں، میں تحریر کر دوں، جس کے بعد آپ ہرگز نہ بھولو گے۔ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ پر تکلیف کا غلبہ ہے اور قرآن موجود ہے، لہذا ہمیں قرآن و حدیث ہی کافی ہے۔ گھر میں موجود لوگوں نے اس میں اختلاف کیا اور بحث مباحثہ ہونے لگا، کچھ کہہ رہے تھے کہ (قلم کاغذ) دیں، آپ ﷺ تحریر فرما دیں، جس کے بعد آپ ہرگز نہیں بھولیں گے، کچھ کہہ رہے تھے، رہنے دیجئے آپ ﷺ تکلیف میں ہیں۔ اختلاف شدت اختیار کر گیا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میرے پاس سے اٹھ جائیں۔“

(صحیح البخاری: ۷۳۶۶، صحیح مسلم: ۱۶۳۷)

ایک روایت کے الفاظ ہیں:

قُومُوا عَنِّي، وَلَا يَنْبَغِي عِنْدِي التَّنَازُعُ.

”میرے پاس سے اٹھ جائیے، میری موجودگی میں اختلاف مناسب نہیں۔“

(صحیح البخاری: ۱۱۴)

② ایک روایت ہے:

إِثْنُونِي بِالْكَتِفِ وَالِدَوَاةِ أَوْ اللَّوْحِ وَالِدَوَاةِ أَكْتُبُ لَكُمْ كِتَابًا  
لَنْ تَضِلُّوا بَعْدَهُ أَبَدًا، فَقَالُوا: إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ  
وَسَلَّمَ يَهْجُرُ.

”ہڈی اور دوات یا تختی اور دوات لائیں۔ میں تحریر کر دیتا ہوں تاکہ اس کے  
بعد آپ نہ بھولیں، صحابہ نے کہا: رسول اللہ ﷺ مرض موت میں تکلیف کی  
شدت سے تو ہرگز نہیں کہہ رہے۔“

(صحیح البخاری: ۴۴۳۱، صحیح مسلم: ۱۶۳۷)

③ سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں انہوں نے سیدنا عباس رضی اللہ عنہ کو فرماتے

ہوئے سنا کہ جمعرات کا دن کتنا پریشان کن تھا، آپ روتے ہوئے فرما رہے تھے:  
اِسْتَدَّ بِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَجَعُهُ، فَقَالَ:  
اِثْنُونِي أَكْتُبُ لَكُمْ كِتَابًا لَنْ تَضِلُّوا بَعْدَهُ أَبَدًا، فَتَنَازَعُوا وَلَا  
يَنْبَغِي عِنْدَ نَبِيِّ تَنَازُعٍ، فَقَالُوا: مَا شَأْنُهُ، أَهَجَرَ اسْتَفْهَمُوهُ؟  
فَذَهَبُوا يَرُدُّوْنَ عَلَيْهِ، فَقَالَ: دَعُونِي، فَالَّذِي أَنَا فِيهِ خَيْرٌ مِمَّا  
تَدْعُونِي إِلَيْهِ.

”نبی کریم ﷺ پر مرض موت کی تکلیف شدت اختیار کر گئی تھی، آپ ﷺ نے فرمایا: میرے پاس کچھ لاؤ میں تحریر کر دیتا ہوں، جس کے بعد کبھی نہیں بھولو گے، صحابہ نے آپس میں اختلاف کیا نبی ﷺ کی موجودگی میں باہمی اختلاف مناسب نہیں تھا، صحابہ کہنے لگے: آپ ﷺ کو کیا معاملہ درپیش ہے، آپ ﷺ کی یہ بات شدت تکلیف کی بنا پر تو ہرگز نہیں ہے۔ اس بات کو کیوں نہیں سمجھتے، صحابہ آپ کو بار بار لکھنے کا کہہ رہے تھے، تو فرمایا: ”مجھے میرے حال پر چھوڑ دیں، آپ جو مجھے لکھنے کا کہہ رہے ہیں میرے مطابق نہ لکھنا ہی بہتر ہے۔“

(صحیح البخاری: ۴۴۳۱، صحیح مسلم: ۱۶۳۷)

نبی کریم ﷺ کی مرض موت میں شدت تکلیف سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی طرح سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ بھی بیان کر رہے ہیں، اسی بنا پر سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے اجتہاد اکہر دیا کہ ہمارے لئے قرآن و حدیث کافی ہے، نبی کریم ﷺ نے سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی رائے کو درست سمجھا تب ہی صحابہ کے اصرار کے باوجود نہیں لکھا۔

### لفظ ہجر کی تحقیق:

ہجر کا مطلب ہے ”شدت بخار میں بے معنی گفتگو۔“ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اس کی انکار و نفی کی ہے، ”ہجر“ میں ہمزہ استفہام انکاری کا ہے، ہجر فعل ماضی ہے۔ بعض روایات میں بغیر ہمزہ کے ہجر اور یتجر کے الفاظ ہیں، یہاں بھی ہمزہ محذوف ہے، کلام عرب میں اس طرح کے محذوفات عام ہیں۔

حدیث میں فقوالو مالہ ہجر جمع کا صیغہ صراحت کرتا ہے کہ یہ لفظ سیدنا عمر بن خطاب

ﷺ کے نہیں ہیں بل کہ دوسرے صحابہ کے ہیں جو آپ ﷺ سے اختلاف کر رہے تھے، ان کا منشا یہ تھا کہ نبی کریم ﷺ شدت بخاری کی حالت میں بے معنی گفتگو نہیں بل کہ شعور و احساس کے ساتھ کلام فرما رہے ہیں، لہذا اس حدیث میں سیدنا عمر بن خطاب ﷺ کی تنقیص کا کوئی پہلو نہیں بل کہ یہ حدیث ان کی عظمت کا استعارہ ہے، کیوں کہ نبی کریم ﷺ نے ان کی موافقت فرمائی اور لکھنے کا ارادہ ترک کر دیا۔ صحیح بخاری (۴۴۳۱) صحیح مسلم (۱۶۳۷) میں ہے، نبی ﷺ نے فرمایا:

دَعُونِي، فَإِلَٰذَا أَنَا فِيهِ خَيْرٌ مِّمَّا تَدْعُونِي إِلَيْهِ .

”مجھے میرے حال پر چھوڑ دیں، آپ جو مجھے لکھنے کا کہہ رہے ہیں میرے مطابق نہ لکھنا ہی بہتر ہے۔“

موافقاتِ عمر بن خطاب ﷺ کی بہت ساری مثالیں قرآن و حدیث میں موجود ہیں، بیسیوں مقامات ہیں جہاں سیدنا عمر بن خطاب ﷺ رائے دیتے ہیں اور اسے شریعت کا درجہ مل جاتا ہے، سیدنا ابو ہریرہ ﷺ کا واقعہ یاد ہوگا، نبی کریم ﷺ مجلس میں تشریف فرما تھے کہ اچانک اٹھ کر چلے گئے، کافی دیر تک واپس نہ آئے تو صحابہ کو پریشانی لاحق ہوئی کہ کوئی آپ کو نقصان نہ پہنچائے، چنانچہ وہ آپ ﷺ کو ڈھونڈنے کے لئے نکلے، سیدنا ابو ہریرہ ﷺ نے آپ کو ایک باغ میں پالیا، نبی کریم ﷺ نے سیدنا ابو ہریرہ ﷺ کو اپنا جوتا دیا اور ساتھ پیغام دیا کہ جو بھی کلمہ گوراستے میں ملے اسے جنت کی بشارت دے دو، سیدنا ابو ہریرہ ﷺ نکلے سب سے پہلے جناب فاروق اعظم رضی اللہ عنہ سے ملاقات ہوئی، انہیں جنت کی خوش خبری سنائی تو انہوں نے سیدنا ابو ہریرہ ﷺ کو زور سے ہاتھ مارا، سیدنا ابو ہریرہ ﷺ زمین پر گر گئے اور رسول اللہ ﷺ کی طرف بھاگے، سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ بھی ان کے پیچھے ہو



لئے، سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے شکایت کی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے پوچھا:

يَا عُمَرُ، مَا حَمَلَكَ عَلَىٰ مَا فَعَلْتَ؟ قَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، بِأَبِي أَنْتَ، وَأُمِّي، أَبَعَثْتَ أَبَا هُرَيْرَةَ بِنَعْلَيْكَ، مَنْ لَّقِيَ يَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُسْتَقِيمًا بِهَا قَلْبُهُ بَشَرَهُ بِالْجَنَّةِ؟ قَالَ: نَعَمْ، قَالَ: فَلَا تَفْعَلْ، فَإِنِّي أَخْشَى أَنْ يَتَّكِلَ النَّاسُ عَلَيْهَا، فَخَلَّيْهُمْ يَعْمَلُونَ، قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: فَخَلَّيْهُمْ.

”عمر! ایسا کیوں کیا؟ کہا آقا میرے ماں باپ آپ پہ قربان، کیا آپ نے سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو یہ پیغام دے کر بھیجا تھا کہ جو کلمہ گو ملے اسے جنت کی خوش خبری دو۔؟ فرمایا: جی ہاں! تو سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کہنے لگے کہ آقا ایسا نہ کیجئے، مجھے ڈر ہے کہ لوگ اسی پر تکیہ کر لیں گے، انہیں چھوڑ دیجئے تاکہ یہ عمل کرتے رہیں، تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: انہیں چھوڑ دیجئے۔“

(صحیح مسلم: ۳۱)

دیکھئے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پیغام رساں کو مارا بھی ہے، مگر جب اپنا موقف سامنے رکھا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ان سے اتفاق کر لیتے ہیں، جب کہ حدیث قرطاس میں تو سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ صحابہ کے سامنے اپنا خیال ظاہر کر رہے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم شدید تکلیف میں ہیں، لہذا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ زحمت نہیں دینی چاہئے، بعض صحابہ اختلاف کرتے ہیں بعض اتفاق، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ وغیرہ کی موافقت کر دی جیسا کہ حدیث سے عیاں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو فہم ثاقب اور بصیرت تامہ سے نوازا

تھا، آپ ﷺ نے یہ بات اپنے اجتہاد سے کہی تھی ساتھ دلیل بھی دی۔

حافظ نووی رحمہ اللہ (۶۳۱-۶۷۶ھ) لکھتے ہیں:

وَأَمَّا كَلَامُ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ فَقَدْ اتَّفَقَ الْعُلَمَاءُ الْمُتَكَلِّمُونَ  
فِي شَرْحِ الْحَدِيثِ عَلَى أَنَّهُ مِنْ دَلَائِلِ فَقِهِ عُمَرَ وَفَضَائِلِهِ  
وَدَقِيقِ نَظَرِهِ .

”شارحین حدیث اس بات پر متفق ہیں کہ یہ حدیث سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ  
کی بصیرت، فقاہت دین اور دقت نظری پر دلالت کناں ہے۔“

(شرح صحیح مسلم للنووی: ۹۰/۱۱)

## کیا اختلاف صحابہ خلافت لکھنے میں مانع ہوا؟

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے:

إِنَّ الرِّزْيَةَ كُلَّ الرِّزْيَةِ مَا حَالَ بَيْنَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ  
وَسَلَّمَ وَبَيْنَ أَنْ يَكْتُبَ لَهُمْ ذَلِكَ الْكِتَابَ مِنْ اخْتِلَافِهِمْ  
وَلَغَطِهِمْ .

”بہت بڑی مصیبت تب واقع ہوئی جب صحابہ کا باہمی اختلاف اور شور ہوا اور  
نبی کریم ﷺ نے لکھنے کا ارادہ ترک کر دیا۔“

(صحیح البخاری: ۷۳۶۶، صحیح مسلم: ۱۶۳۷)

یہ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کی اجتہادی خطا ہے، نبی کریم ﷺ نے لکھنے کا ارادہ  
صحابہ کے اختلاف کی وجہ سے نہیں بل کہ خود ہی ترک کر دیا تھا، اس سے چند دن پہلے بھی ایسا

ہی واقعہ پیش آچکا تھا آپ نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے کہا کہ ابوبکر اور عبد الرحمن بن ابی بکر کو بلائیں میں خلافت کا لکھ دیتا ہوں پھر ارادہ ترک کر دیا فرمایا:

وَيَأْبَى اللَّهُ وَالْمُؤْمِنُونَ إِلَّا أَبَا بَكْرٍ .

”خلافت کے لئے ابوبکر کے علاوہ کسی کا نام آئے گا تو اللہ تعالیٰ اور مومن انکار کر دیں گے۔“

(مسند الإمام أحمد: ۶/۱۴۴، صحيح مسلم: ۲۳۸۷)

یہاں تو صرف نبی کریم ﷺ ہیں، سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا ہیں، لکھنے سے روکنے والا کوئی نہیں مگر آپ ارادہ ترک کر رہے ہیں، کیوں؟ جس بنا پر یہاں ارادہ ترک کیا اسی بنا پر اس موقع پر بھی ترک کر دیا، شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

إِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَرَكَ كِتَابَةَ الْكِتَابِ بِاخْتِيَارِهِ، فَلَمْ يَكُنْ فِي ذَلِكَ نِزَاعٌ، وَلَوْ اسْتَمَرَّ عَلَى إِرَادَةِ الْكِتَابِ مَا قَدِرَ أَحَدٌ أَنْ يَمْنَعَهُ .

”اس میں کوئی اختلاف ہی نہیں کہ نبی کریم ﷺ نے لکھنے کا ارادہ اپنے اختیار سے ترک کیا، اگر آپ لکھنا چاہتے تو کس کی مجال تھی کہ آپ کو روکے۔“

(منهاج السنة النبوية في نقض كلام الشيعة والقدرية: ۶/۳۱۷)

نیز فرماتے ہیں:

وَلَا فِي شَيْءٍ مِّنَ الْحَدِيثِ الْمَعْرُوفِ عِنْدَ أَهْلِ النَّقْلِ أَنَّهُ جَعَلَ عَلِيًّا خَلِيفَةً . كَمَا فِي الْأَحَادِيثِ الصَّحِيحَةِ مَا يَدُلُّ عَلَى خِلَافَةِ أَبِي بَكْرٍ . ثُمَّ يَدْعُونَ مَعَ هَذَا أَنَّهُ كَانَ قَدْ نَصَّ



عَلَى خِلَافَةٍ عَلَيَّ نَصًّا جَلِيًّا قَاطِعًا لِلْعُدْرِ، فَإِنْ كَانَ قَدْ فَعَلَ  
ذَلِكَ فَقَدْ أَغْنَى عَنِ الْكِتَابِ، وَإِنْ كَانَ الَّذِينَ سَمِعُوا ذَلِكَ لَا  
يُطِيعُونَهُ فَهُمْ أَيْضًا لَا يُطِيعُونَ الْكِتَابَ .

”کسی صحیح حدیث میں سیدنا علیؓ کی خلافت بلا فصل پر نص موجود نہیں، جب  
کہ سیدنا ابوبکرؓ کی خلافت پر صحیح ثابت نصوص موجود ہیں، شیعہ کا دعویٰ ہے  
کہ نبی کریم ﷺ علیؓ کی خلافت بلا فصل پر قطعی نص قائم کر چکے تھے، اگر  
ایسا ہی تھا تو لکھنے کی ضرورت کیا تھی؟ شیعہ جو سن کر نہیں مان رہے، لکھا ہوا مان  
لیتے؟

(منهاج السنة النبوية في نقض كلام الشيعة والقدرية: ۳۱۸/۶)

## سیدنا عبداللہ بن عباس مصیبت کسے کہتے ہیں؟

سیدنا عبداللہ بن عباسؓ خلافت صدیق اکبرؓ میں شک و انکار کو بڑی مصیبت  
قرار دے رہے ہیں کہ اگر نبی کریم ﷺ تحریر فرمادیتے تو گمراہ اور ظالم لوگوں کے لئے  
انکار کی کوئی گنجائش باقی نہ رہتی، شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ فرماتے ہیں:

يَقْتَضِي أَنَّ هَذَا الْحَائِلَ كَانَ رِزِيَّةً، وَهُوَ رِزِيَّةٌ فِي حَقِّ مَنْ  
شَكَّ فِي خِلَافَةِ الصِّدِّيقِ، أَوْ اشْتَبَهَ عَلَيْهِ الْأَمْرُ؛ فَإِنَّهُ لَوْ كَانَ  
هُنَاكَ كِتَابٌ لَزَالَ هَذَا الشَّكُّ، فَأَمَّا مَنْ عَلِمَ أَنَّ خِلَافَتَهُ حَقٌّ  
فَلَا رِزِيَّةَ فِي حَقِّهِ، وَلِلَّهِ الْحَمْدُ .

”سیدنا عبداللہ بن عباسؓ کا کلام ظاہر ہے کہ وہ خلافت صدیقؓ میں

شک و انکار کو بڑی مصیبت اور ہلاکت قرار دے رہے ہیں، کیوں کہ اگر خلافت لکھی ہوئی ہوتی، تو شک دور ہو جاتا۔ جو سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خلافت کو حق سمجھتا ہے، اس کے لئے کوئی مصیبت نہیں، والحمد للہ۔

(منہاج السنة النبوية في نقض كلام الشيعة والقدرية: ۲۵/۶)

سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ یہ بات اس وقت فرمایا کرتے تھے، جب شیعہ جیسے گمراہ جنم لے چکے تھے، تو آپ رضی اللہ عنہ خلافت صدیق کے انکار کو امت کی بربادی قرار دے رہے ہیں۔ نبی کریم ﷺ خلافت علی رضی اللہ عنہ نہیں لکھنا چاہتے تھے۔

بعض کہتے ہیں کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ خلافت و امامت کے اول حقدار تھے، نبی اکرم ﷺ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی خلافت و امامت لکھ کر دینا چاہتے تھے، لیکن سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ وغیرہ نے لکھنے نہیں دی۔ ہم کہتے ہیں کہ آپ اس حدیث کا بغور مطالعہ کریں، اس میں کہیں ذکر نہیں ہے کہ نبی کریم ﷺ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی خلافت و امامت لکھنا چاہتے تھے۔ حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

وَهَذَا الْحَدِيثُ مِمَّا قَدْ تَوَهَّم بِهِ بَعْضُ الْأَغْيَاءِ مِنْ أَهْلِ  
الْبِدْعِ مِنَ الشَّيْعَةِ وَغَيْرِهِمْ كُلِّ مَدَّعٍ أَنَّهُ كَانَ يُرِيدُ أَنْ يَكْتُبَ  
فِي ذَلِكَ الْكِتَابِ مَا يَرْمُونَ إِلَيْهِ مِنْ مَقَالَاتِهِمْ، وَهَذَا هُوَ  
التَّمَسُّكُ بِالْمُتَشَابِهِ وَتَرْكُ الْمُحْكَمِ، وَأَهْلُ السُّنَّةِ يَأْخُذُونَ  
بِالْمُحْكَمِ وَيَرُدُّونَ مَا تَشَابَهَ إِلَيْهِ، وَهَذِهِ طَرِيقَةُ الرَّاسِخِينَ فِي  
الْعِلْمِ كَمَا وَصَفَهُمُ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ فِي كِتَابِهِ، وَهَذَا الْمَوْضِعُ

مِمَّا زَلَّ فِيهِ أَفْدَامُ كَثِيرٍ مِّنْ أَهْلِ الضَّلَالَاتِ، وَأَمَّا أَهْلُ السُّنَّةِ فَلَيْسَ لَهُمْ مَذْهَبٌ إِلَّا اتِّبَاعُ الْحَقِّ يَدُورُونَ مَعَهُ كَيْفَمَا دَارَ، وَهَذَا الَّذِي كَانَ يُرِيدُ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ أَنْ يَكْتُبَهُ قَدْ جَاءَ فِي الْأَحَادِيثِ الصَّحِيحَةِ التَّضَرُّيْحُ بِكُشْفِ الْمُرَادِ مِنْهُ....

”اس حدیث سے اہل بدعت، شیعہ وغیرہ کے بعض کندوز ہن لوگوں نے وہم کھایا ہے۔ ان میں سے ہر شخص یہ دعویٰ کرتا ہے کہ آپ ﷺ ہمارا مدعا لکھنا چاہتے تھے۔ یہ لوگ متشابہ کو لیتے ہیں اور محکم کو چھوڑتے ہیں، جبکہ اہل سنت محکم کو لیتے اور متشابہ کو چھوڑتے ہیں۔ راسخ علما کا یہی طریقہ ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے، یہاں اکثر لوگ گمراہ ہو گئے ہیں۔ اہل سنت کا تو مذہب ہی حق کی پیروی ہے، حق ہی ان کا دائرہ کار ہے۔ نبی کریم ﷺ جو لکھنے کا ارادہ فرما رہے تھے، صحیح احادیث میں اس کی وضاحت آگئی ہے۔“

(البدایۃ والنہایۃ : ۵/۲۲۷، ۲۲۸)

نبی کریم ﷺ لکھنا کیا چاہتے تھے؟

سوال ہے کہ نبی کریم ﷺ کیا لکھنا چاہ رہے تھے؟ یقیناً وہ خلافت ابوبکر رضی اللہ عنہ تھی۔ صحیح احادیث حقیقت آشکارا کرتی ہیں:

حدیث نمبر ①:

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے:

«لَمَّا كَانَ وَجَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الَّذِي قُبِضَ فِيهِ،

قَالَ : اذْعُوا لِي أَبَا بَكْرٍ وَابْنَهُ، فَلْيَكْتُبْ لِكَيْلَا يَطْمَعَ فِي أَمْرِ أَبِي بَكْرٍ طَامِعٌ، وَلَا يَتَمَنَّى مُتَمَنٍّ، ثُمَّ قَالَ : يَا بِي اللَّهُ ذَلِكَ وَالْمُسْلِمُونَ مَرَّتَيْنِ....، قَالَتْ عَائِشَةُ : فَأَبَى اللَّهُ وَالْمُسْلِمُونَ .

”نبی اکرم ﷺ مرض الموت میں تھے تو فرمایا: ابوبکر رضی اللہ عنہ اور ان کے فرزند عبدالرحمن رضی اللہ عنہ کو بلائیں، وہ لکھ لیں تاکہ خلافت ابوبکر پر کوئی حریص نہ رہے، پھر دوسرے مرتبہ فرمایا: اللہ تعالیٰ اور مسلمان کسی دوسرے کی خلافت تسلیم نہیں کریں گے.... سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: چنانچہ اللہ تعالیٰ اور مسلمانوں نے میرے باپ کے علاوہ کسی کو تسلیم نہیں کیا۔“

(مسند الإمام أحمد: ۱۰۶/۶، وسنده حسن)

## حدیث نمبر ۲:

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے مجھے مرض الموت میں فرمایا تھا:

أَدْعِي لِي أَبَا بَكْرٍ، أَبَاكَ، وَأَخَاكَ، حَتَّى أَكْتُبَ كِتَابًا، فَإِنِّي أَخَافُ أَنْ يَتَمَنَّى مُتَمَنٍّ وَيَقُولُ قَائِلٌ : أَنَا أَوْلَى، وَيَأْبَى اللَّهُ وَالْمُؤْمِنُونَ إِلَّا أَبَا بَكْرٍ .

”اپنے والد ابوبکر رضی اللہ عنہ اور بھائی عبدالرحمن رضی اللہ عنہ کو بلائیں تاکہ میں تحریر کر دوں۔ میں خطرہ محسوس کرتا ہوں کہ کوئی خلافت کا متمنی کہے کہ میں زیادہ حق دار ہوں، حالانکہ اللہ تعالیٰ اور مومن ابوبکر کے علاوہ انکار کر دیں گے۔“

(مسند الإمام أحمد: ۱۴۴/۶، صحيح مسلم: ۲۳۸۷)

## حدیث نمبر ③:

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے مرض الموت میں فرمایا:  
لَقَدْ هَمَمْتُ أَوْ أَرَدْتُ أَنْ أُرْسِلَ إِلَى أَبِي بَكْرٍ وَابْنِهِ فَأَعْهَدَ، أَنْ  
يَقُولَ: الْقَائِلُونَ أَوْ يَتَمَنَّى الْمُتَمَنُّونَ.

”میں نے ارادہ کیا ہے کہ ابوبکر اور آپ کے فرزند عبد الرحمن کی طرف پیغام  
بھیجوں اور (خلافت کی) وصیت کر دوں تاکہ کوئی خلافت کا دعویٰ کرے، نہ تمنا  
کرے۔“

(صحیح البخاری: ۷۲۱۷)

یہ احادیث واضح بتا دے رہی ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خلافت  
لکھنے کا ارادہ فرمایا تھا۔ پھر ترک کر دیا، اس لیے کہ جب خلافت کے لیے سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ  
کے علاوہ کسی کا نام آئے گا، تو اللہ تعالیٰ اور مومن انکار کر دیں گے اور ایسا ہی ہوا۔  
دین کی حفاظت کا ذمہ اللہ تعالیٰ نے لے رکھا ہے۔ یہ کیسے ممکن ہے کہ خلافت و امامت  
اللہ کی طرف سے منصوص ہو، سیدنا علی رضی اللہ عنہ اس کے اوّل حقدار ہوں، پوری کی پوری امت  
اس کے خلاف متفق ہو جائے، عقل کیا کہتی ہے؟ اس پر سہاگہ یہ کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے اپنی  
پوری زندگی اس بات کا کبھی اظہار نہیں کیا کہ میں خلیفہ بلا فصل ہوں، لیکن مجھے میرے حق  
سے محروم کر دیا گیا ہے۔ کوئی دلیل ہے جو پیش کی جاسکے؟ مان لیا جائے کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے  
اپنے حق کے لیے اعلان جنگ نہیں کیا۔ امت کو ایک نئی آزمائش میں مبتلا نہیں کرنا چاہتے  
تھے، لیکن اپنے دور خلافت میں اس بات کے اظہار میں کیا رکاوٹ تھی؟ راوی قصہ سیدنا عبد  
اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما جنہوں نے پریشانی کا اظہار بھی کیا ہے، ان سے بھی یہ کہنا ثابت نہیں کہ

سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے زیادتی ہوئی ہے یا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ان کی خلافت لکھنا چاہتے تھے، لیکن لکھ نہ سکے وغیرہ۔ لکھ نہیں سکے، تو فرما ہی دیتے کہ میرے بعد علی خلیفہ بلا فصل ہیں کچھ مانع تھا؟ بلکہ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما، سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی فضیلت کے معترف تھے اور آپ کی خلافت کو برحق تسلیم کرتے تھے:

دَخَلْتُ عَلَى عُمَرَ حِينَ طُعِنَ فَقُلْتُ : أَبَشِّرُ بِالْجَنَّةِ يَا أَمِيرَ  
الْمُؤْمِنِينَ، أَسَلَّمْتَ حِينَ كَفَرَ النَّاسُ، وَجَاهَدْتَ مَعَ رَسُولِ  
اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِينَ خَذَلَهُ النَّاسُ، وَقَبِضَ رَسُولُ  
اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ عَنْكَ رَاضٍ، وَلَمْ يَخْتَلِفْ  
فِي خِلَافَتِكَ اثْنَانِ، وَقُتِلَتْ شَهِيدًا....

”سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ فرمائی ہوئے، تو میں ان کے پاس آیا۔ میں نے کہا:  
امیر المؤمنین! جنت مبارک ہو! جب لوگوں نے اسلام کا انکار کیا، تو آپ نے  
قبول کیا۔ آپ نے اس وقت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ساتھ دیا جب لوگوں نے آپ کو  
بے یار و مددگار چھوڑ دیا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دنیا سے رخصت ہوتے وقت آپ  
سے راضی تھے۔ آپ کی خلافت میں دو انسانوں نے بھی اختلاف نہیں کیا اور  
اب آپ منصب شہادت پر فائز ہونے والے ہیں۔“

(المستدرک للحاکم: ۹۲/۳، وصححه ابن حبان: ۶۸۹۱، وسنده صحيح)

نیز دیکھیں: (صحيح البخاري: ۳۶۹۲)

کیا سیدنا علی رضی اللہ عنہ وصی رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہیں؟

اس بات کا اشارہ تک نہیں ملتا کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ خود کو خلافت کا زیادہ حقدار سمجھتے ہوں یا آپ نے فرمایا ہو کہ میں وحی رسول ہوں، بلکہ معاملہ اس کے برعکس ہے۔

① سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

إِنَّ عَلِيَّ بْنَ أَبِي طَالِبٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، خَرَجَ مِنْ عِنْدِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي وَجَعِهِ الَّذِي تُوفِّي فِيهِ، فَقَالَ النَّاسُ: يَا أَبَا حَسَنِ، كَيْفَ أَصْبَحَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟، فَقَالَ: أَصْبَحَ بِحَمْدِ اللَّهِ بَارِتًا، فَأَخَذَ بِيَدِهِ عَبَّاسُ بْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ فَقَالَ لَهُ: أَنْتَ وَاللَّهِ بَعْدَ ثَلَاثِ عَبْدُ الْعَصَا، وَإِنِّي وَاللَّهِ لَأَرَى رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَوْفَ يَتَوَفَّى مِنْ وَجَعِهِ هَذَا، إِنِّي لَأَعْرِفُ وَجُوهَ بَنِي عَبْدِ الْمُطَّلِبِ عِنْدَ الْمَوْتِ، أَذْهَبُ بِنَا إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَنَسْأَلُهُ فَيَمُنْ هَذَا الْأَمْرُ، إِنْ كَانَ فِينَا عِلْمُنَا ذَلِكَ، وَإِنْ كَانَ فِي غَيْرِنَا عِلْمُنَاهُ، فَأَوْصِي بِنَا، فَقَالَ عَلِيٌّ: إِنَّا وَاللَّهِ لَنَنْ سَأَلْنَاهَا رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَمَنْعَنَا لَا يُعْطِينَاهَا النَّاسُ بَعْدَهُ، وَإِنِّي وَاللَّهِ لَا أَسْأَلُهَا رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

”سیدنا علی رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کے یہاں سے واپس آئے۔ یہ رسول اللہ ﷺ کے مرض موت کا واقعہ ہے۔ صحابہ کرام نے پوچھا: ابو الحسن! رسول

اللہ ﷺ کی طبیعت کیسی ہے؟ کہا: الحمد للہ! کافی بہتر ہے، پھر سیدنا عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کا ہاتھ تھام کر فرمایا: اللہ کی قسم! تین دن بعد آپ محکوم ہو جائیں گے۔ اللہ کی قسم! مجھے آثار نظر آرہے ہیں کہ نبی کریم ﷺ اس مرض سے جانبر نہیں ہو سکیں گے۔ بوقت وفات بنو عبدالمطلب کے چہروں کی مجھے خوب شناخت ہے۔ ہمیں آپ ﷺ کے پاس چلنا چاہیے اور پوچھنا چاہئے کہ خلافت کسے ملے گی؟ اگر ہم اس کے مستحق ہیں، تو ہمیں معلوم ہو جائے، اگر کوئی دوسرا ہے تو بھی پتہ چل جائے اور اس کے بارے میں ہمیں وصیت فرما دیں۔ سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے کہا: اللہ کی قسم! اگر ہم نے اس وقت آپ ﷺ سے مطالبہ کیا اور آپ ﷺ نے انکار کر دیا، تو لوگ ہمیں کبھی خلافت نہیں دیں گے۔ میں تو ہرگز مطالبہ نہیں کروں گا۔“

(صحیح البخاری: ۴۴۴۷)

② سیدنا ابو جحیفہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے کہا:

هَلْ عِنْدَكُمْ كِتَابٌ؟ قَالَ: لَا، إِلَّا كِتَابُ اللَّهِ، أَوْ فَهَمٌ أُعْطِيَهِ رَجُلٌ مُسْلِمٌ، أَوْ مَا فِي هَذِهِ الصَّحِيفَةِ. قَالَ: قُلْتُ: فَمَا فِي هَذِهِ الصَّحِيفَةِ؟ قَالَ: الْعَقْلُ، وَفَكَأُكَ الْأَسِيرِ، وَلَا يُقْتَلُ مُسْلِمٌ بِكَافِرٍ.

”کیا آپ کے پاس کوئی خاص تحریر ہے؟ فرمایا: نہیں، صرف کتاب اللہ کا فہم اور یہ صحیفہ ہے۔ میں نے پوچھا: اس صحیفہ میں کیا ہے؟ فرمایا: دیت، قیدی آزاد کرنا اور یہ کہ مسلمان کو کافر کے بدلے قتل نہ کیا جائے (کے مسائل ہیں)۔“



(صحيح البخاري: ۱۱۱)

ثابت ہوا کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ وصی رسول نہیں تھے، نہ ہی خود کو خلیفہ بلا فصل سمجھتے تھے، بلکہ آپ نے سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر خلافت و امامت کی بیعت کر رکھی تھی۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ (م: ۷۲۸ھ) لکھتے ہیں:

وَمَنْ تَوَهَّمَنَّ أَنَّ هَذَا الْكِتَابَ كَانَ بِخِلَافَةِ عَلِيٍّ فَهُوَ ضَالٌّ  
بِاتِّفَاقٍ عَامَّةٍ النَّاسِ عُلَمَاءِ السُّنَّةِ وَالشَّيْعَةِ، أَمَّا أَهْلُ السُّنَّةِ  
فَمُتَّفِقُونَ عَلَى تَفْضِيلِ أَبِي بَكْرٍ وَتَقْدِيمِهِ . وَأَمَّا الشَّيْعَةُ  
الْقَائِلُونَ بِأَنَّ عَلِيًّا كَانَ هُوَ الْمُسْتَحَقَّ لِلْإِمَامَةِ، فَيَقُولُونَ : إِنَّهُ  
قَدْ نَصَّ عَلَى إِمَامَتِهِ قَبْلَ ذَلِكَ نَصًّا جَلِيًّا ظَاهِرًا مَعْرُوفًا،  
وَحِينَئِذٍ فَلَمْ يَكُنْ يَحْتَاجُ إِلَى كِتَابٍ .

”جو یہ سمجھتا ہے کہ نبی کریم ﷺ خلافت علی رضی اللہ عنہ لکھنا چاہتے تھے، سنی و شیعہ علما کے ہاں بالاتفاق گمراہ ہے۔ اہل سنت سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کی تفضیل و تقدیم پر متفق ہیں، جبکہ شیعہ کا نظریہ ہے کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ ہی امامت کے مستحق تھے، وہ کہتے ہیں کہ ان کی امامت پر نص جلی ہے، چنانچہ کسی تحریر کی ضرورت ہی نہ تھی۔“

(منهاج السنة النبوية في نقض كلام الشيعة والقدرية: ۱۳۵/۳)

نبی کریم ﷺ نے لکھنے کا ارادہ اپنے اختیار سے ترک کیا تھا نہ کہ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ وغیرہ کی وجہ سے، نبی کریم ﷺ کفار کے روکنے سے تبلیغ دین سے نہ رکے، تو صحابہ کے روکنے سے کیسے رُک سکتے تھے؟ بھلا صحابہ آپ ﷺ کو تبلیغ دین سے کیوں روکتے؟ وہ تو آپ کے معاون و مددگار تھے۔

ع دل صاحب ادراک سے انصاف طلب ہے۔

## حسبنا کتاب اللہ:

قول عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ «حَسْبُنَا كِتَابُ اللَّهِ» میں کتاب اللہ سے مراد حکم اللہ ہے۔ وہ احکام الہی، جو قرآن و حدیث کی صورت میں لکھے جا چکے ہیں، قرآن کے ذکر سے حدیث پر التزامی دلالت ہو ہی جاتی ہے۔ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حالت پر ترس آیا، تب یہ بات کہہ دی چوں کہ آپ کا مرض موت شدت اختیار کر چکا تھا، آپ کے مد نظریہ بات تھی کہ دین کی تکمیل ہو گئی ہے «الْيَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ» ”آج ہم نے تمہارا دین مکمل کر دیا۔“ نازل ہو چکی ہے۔ قرآن کریم میں «مَا فَرَطْنَا فِي الْكِتَابِ مِنْ شَيْءٍ» ”ہم نے کتاب میں کوئی کمی نہیں چھوڑی۔“ اور «تَبَيَّنَا لِكُلِّ شَيْءٍ» ”قرآن میں ہر چیز کا بیان ہے۔“ جیسے فرامین الہیہ موجود ہیں۔ قرآن کا بیان حدیث کی صورت میں موجود ہے، تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو لکھنے کی تکلیف دینا مناسب نہیں، بس اتنی سی بات تھی، جسے یار لوگوں نے افسانہ بنا دیا۔ ویسے جو قرآن و حدیث کو محرف و مبدل سمجھتے ہیں، انہیں فرمان عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ «حَسْبُنَا كِتَابُ اللَّهِ» کیسے ہضم ہو سکتا ہے؟

حافظ ذہبی رحمہ اللہ (۶۷۳-۷۴۸ھ) لکھتے ہیں:

وَأِنَّمَا أَرَادَ عُمَرُ التَّخْفِيفَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، حِينَ رَأَاهُ شَدِيدَ الْوَجَعِ، لِعِلْمِهِ أَنَّ اللَّهَ قَدْ أَكْمَلَ دِينَنَا، وَلَوْ كَانَ ذَلِكَ الْكِتَابُ وَاجِبًا لَكَتَبَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَهُمْ، وَلَمَّا أَخْلَى بِهِ.

”سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے نبی کریم ﷺ کو سخت تکلیف میں دیکھ کر صرف اس لیے تخفیف کا ارادہ فرمایا تھا کہ جانتے تھے دین الہی مکمل ہو گیا ہے، یہ تحریر واجب ہوتی، تو نبی کریم ﷺ اسے ضرور لکھ دیتے، کبھی ترک نہ کرتے۔“

(تاریخ الإسلام: ۸۱۳/۱، ت بشار، سیر أعلام النبلاء: ۳۳۸/۲)

### تنبيه:

اگر کوئی بد باطن یہ کہے کہ اس دن نبی کریم ﷺ خلافت علی لکھنا چاہتے تھے، جو صحابہ کی وجہ سے نہ لکھ سکے، تو یہ واضح باطل ہے۔ اس موقع پر نبی کریم ﷺ نے تین وصیتیں فرمائی تھیں۔ خلافت علی بلا فصل کے بارے میں لکھ نہیں سکے تھے، تو بیان کر دیتے۔ پھر یہ واقعہ جمعرات کا ہے، جب کہ نبی کریم ﷺ کی وفات سوموار کو ہوئی، یعنی اس واقعہ کے تین دن بعد تک زندہ رہے۔ خلافت علی کیوں نہ لکھ دی یا کم از کم وصیت ہی فرما دیتے۔

### الحاصل:

سیدنا علی رضی اللہ عنہ مسلمانوں کے چوتھے برحق خلیفہ ہیں۔ اس پر صرف امت محمدیہ کا اجماع ہی نہیں، تورات و انجیل کی پیشین گوئی بھی ہے۔ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے اپنے دور خلافت میں جب یہودی عالم اسقف سے خلفاء راشدین کے متعلق سوال کئے کہ کیا ان کا ذکر تورات میں موجود ہے، تو اس نے جہاں دوسرے خلفاء کی ترتیب و صفات بیان کیں وہیں سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو چوتھا خلیفہ شمار کیا اور آپ رضی اللہ عنہ کی صفات بیان کیں (سنن ابی داود: ۴۶۵۶، وسندہ حسن) اس پر سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے اس کی موافقت کی۔ یہاں سے معلوم ہوتا ہے کہ خلفائے راشدین کی ترتیب اس دور میں زبان زد عام تھی، کسی کو انکار تھا، نہ

اشتباہ، بل کہ خوئے تسلیم و رضا تھی۔ جب شیعہ جیسے گمراہ اور اہل ہوا جنم لیتے ہیں، تو اپنے ساتھ خلافت صدیق و فاروق رضی اللہ عنہما پر سوالات اٹھانے کی بدعت لاتے ہیں، اس گمراہ کن نظریے پر دلائل تراشے جاتے ہیں، قرآن و حدیث میں معنوی تحریف کا فتنہ سراٹھاتا ہے۔ آل یہود کا اخاذ ذہن اس حقیقت سے واقف تھا کہ اسلام اور مسلمان کے درمیان سے اصحاب محمد ﷺ کا واسطہ گرا دیا جائے تو اسلام کی عمارت دھڑام سے زمین پر آگرے گی، اسی لئے اس ذہن کو عام کیا گیا کہ نعوذ باللہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نبی کریم ﷺ کی وفات کے بعد گمراہ ہو گئے تھے۔ صحابہ کے خلاف بدچلن لوگوں کی بدزبانی اسی ذہنیت کا شاخسانہ ہے۔ اس کے لئے کیا کیا بہانے تراشے جاتے ہیں، آپ حدیث قرطاس سے اندازہ لگا لیجئے۔ جو سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی عظمت و جلالت پر دال ہے، مگر اسے افسانہ بنا دیا گیا۔ اس کی بنیاد پر سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے خلاف زبان درازی کی مشق جاری رہتی ہے اور کوشش رہتی ہے کہ اسلام سے اہل اسلام کو دور کر دیا جائے، نہ رہے بانس نہ بچے بانسری، خدا غارت کرے کس درجہ ظالم ہیں یہ لوگ!

مگر ان کی تمام کوششیں بے سود ہیں۔ اصحاب محمد ﷺ کے جانثار اہل سنت ابھی زندہ ہیں۔

### عہدِ ثلاثہ میں سیدنا علی رضی اللہ عنہ کا دعویٰ خلافت و امامت:

کسی صحیح روایت سے ثابت نہیں کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے سیدنا ابوبکر، سیدنا عمر اور سیدنا عثمان رضی اللہ عنہم کے دورِ خلافت میں دعویٰ امامت و خلافت کیا ہو، بلکہ ان سے تینوں خلفاء کے ہاتھ پر خلافت و امامت کی بیعت کرنا ثابت ہے۔ اس کے باوجود بعض نااندیش مصر ہیں کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے خلفائے ثلاثہ کے دور میں دعویٰ خلافت و امامت کیا تھا۔ ان کے مزمومہ

دلائل پر مختصر اور جامع تبصرہ پیش خدمت ہے:

## دلیل نمبر ①:

”سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو بیعت کے لیے سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس لایا گیا اور ان سے کہا گیا کہ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کی بیعت کیجیے، تو سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

أَنَا أَحَقُّ بِهَذَا الْأَمْرِ مِنْكُمْ، لَا أَبَايُكُمْ، وَأَنْتُمْ أَوْلَى بِالْبَيْعَةِ لِي، أَخَذْتُمْ هَذَا الْأَمْرَ مِنَ الْأَنْصَارِ.

’میں آپ سے زیادہ خلافت کا حقدار ہوں، میں آپ کی بیعت نہیں کرتا، بلکہ آپ کو میری بیعت کرنا چاہیے۔ آپ نے رسول اللہ ﷺ سے اپنی قرابت کا احتجاج کر کے انصار سے خلافت لے لی۔‘

اب آپ ہم اہل بیت سے غصب کرنا چاہتے ہو۔ کیا آپ نے انصار کے مقابلہ میں اس خیال کا اظہار نہیں کیا کہ آپ اس امر میں ان سے زیادہ لائق ہو؟ اے گروہ مہاجرین! اللہ تعالیٰ سے ڈرو! رسول اللہ ﷺ کی سلطنت و خلافت ان کے گھر سے نکال کر اپنے گھر نہ لے جاؤ۔“

(کتاب الإمامة والسياسة لابن قتيبة، ص: ۱۲، مطبوعہ مصر)

## تبصرہ:

یہ روایت جھوٹ کا پلندہ ہے، جسے ابلیس لعین اور اس کے حواریوں نے جمع کیا ہے۔ اس کی کوئی سند نہیں، تب بھی جھوٹوں نے اسے ماتھے کا جھومر بنا لیا ہے۔ یہ لوگ یوم حساب سے غافل ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے عذاب سے بے خوف و خطر ہو کر اس قسم کی ابلیسی روایات

دین کے نام پر عام کر رہے ہیں۔ اہل دانش و بینش اس طرح کی واہی تباہی پر مبنی بے سرو پا، بے ثبوت روایات پر کان نہیں دھرتے۔ ”الامامہ والسیاستہ“ نامی کتاب بے سند اور بے ثبوت ہے، جو ابن قتیبہ کی طرف منسوب کر دی گئی ہے۔ ایسی بے سند روایات پیش کرنے سے پہلے یوم حساب کو ذہن میں رکھنا چاہئے، یہ نہ ہو کہ خدا کی بے آواز لاٹھی حرکت میں آئے اور آپ کو پانی مانگنے کی مہلت بھی نہ ملے۔

## دلیل نمبر ②:

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو مخاطب کرتے ہوئے کہا:

كُنَّا نَرَى أَنَّ لَنَا فِي هَذَا الْأَمْرِ حَقًّا، فَاسْتَبَدَدْتُمْ بِهِ عَلَيْنَا . ثُمَّ ذَكَرَ قَرَابَتَهُ مِنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَحَقَّهُمْ فَلَمْ يَزَلْ عَلَيَّ يَقُولُ ذَلِكَ حَتَّى بَكَى أَبُو بَكْرٍ .

”ہم اس امر (خلافت کے مسئلہ) کو اپنا حق سمجھتے تھے، لیکن آپ لوگوں نے خود ہی خلافت پر قبضہ کر لیا۔ پھر نبی اکرم ﷺ سے اپنی قرابت اور حقوق کا ذکر شروع کیا۔ یہ کہہ کر سیدنا علی رضی اللہ عنہ ابھی کہہ رہے تھے کہ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ رونے لگے۔“

(تاریخ الطبری: ۲۰۲/۳، طبع مصر)

## تبصرہ:

سند ”ضعیف“ ہے، کیونکہ

① اس میں امام عبدالرزاق بن ہمام ”مذلس“ ہیں۔

② امام زہری بھی ”مذلس“ ہیں۔

یہ مسلم اصول ہے کہ ثقہ مذلس جب سماع کی صراحت نہ کرے، تو بخاری و مسلم کے علاوہ اس کی روایت ”ضعیف“ ہوتی ہے۔

③ یہ ان صحیح روایات کے بھی خلاف ہے، جن میں سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت ثابت ہے۔

### دلیل نمبر ③:

امام ابن عبدالبر رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

وَذَكَرَ عُمَرُ بْنُ شَبَّةٍ عَنِ الْمَدَائِنِيِّ، عَنْ أَبِي مُخَنِفٍ، عَنْ جَابِرٍ، عَنِ الشَّعْبِيِّ قَالَ: لَمَّا خَرَجَ طَلْحَةُ وَالزُّبَيْرُ كَتَبَتْ أُمُّ الْفَضْلِ بِنْتُ الْحَارِثِ إِلَى عَلِيٍّ بِخُرُوجِهِمْ، فَقَالَ عَلِيٌّ: اَلْعَجَبُ لِطَلْحَةَ وَالزُّبَيْرِ، إِنَّ اللَّهَ عَزَّ وَجَلَّ لَمَّا قَبَضَ رَسُولَهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قُلْنَا: نَحْنُ أَهْلُهُ وَأَوْلِيَائِهِ لَا يَنَازِعُنَا سُلْطَانُهُ أَحَدٌ، فَأَبَى عَلَيْنَا قَوْمُنَا فَوَلَّوْا غَيْرَنَا. وَائِمُّ اللَّهِ لَوْلَا مَخَافَةُ الْفُرْقَةِ وَأَنْ يَّعُودَ الْكُفْرُ وَيَبُوءَ الدِّينُ لِغَيْرِنَا، فَصَبَرْنَا عَلَى بَعْضِ النَّالِمِ.

”عامر شعی رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ جب سیدنا طلحہ اور سیدنا زبیر رضی اللہ عنہما نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے خلاف خروج کیا تو، ام الفضل بنت حارث نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو اس

کی اطلاع دی۔ سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تعجب ہے طلحہ وزبیر پر وہ کس طرح میرے مخالف ہو گئے؟ جب اللہ تعالیٰ نے اپنا رسول ﷺ اپنے پاس بلا لیا، تو ہم نے کہا تھا کہ ہم آپ ﷺ کے اہل بیت اور ولی ہیں۔ آپ کی خلافت کے سلسلہ میں کوئی شخص ہمارے ساتھ نزاع اور اختلاف نہیں کرے گا۔ ہماری قوم نے انکار کیا اور ہمارے غیر (ابوبکر رضی اللہ عنہ) کو خلیفہ بنا لیا۔ اللہ کی قسم! اگر مجھے اس چیز کا خوف نہ ہوتا کہ مسلمانوں میں تفرقہ پڑ جائے گا، کفر لوٹ آئے گا اور دین اسلام خراب و برباد ہو جائے گا، تو ہم اس امر (خلافت ابوبکر) کو بدل کر رکھ دیتے۔ (ہم نے مصلحت کے پیش نظر) بعض مصائب و آلام پر صبر کیا۔“

(الاستیعاب لابن عبد البر، مطبوعہ بر حاشیة الإصابة : ۵۰۲/۱)

تبصرہ:

یہ ”موضوع“ (من گھڑت) روایت، جو اسلام اور اہل اسلام کی بربادی کی غرض سے گھڑی گئی ہے، بغیر سند کے یہ روایت امام ابن عبد البر رحمہ اللہ نے عمر بن شہبہ سے ذکر کی ہے۔  
 ① اس کا راوی لوط بن یحییٰ ابو مخنف کوفی رافضی شیعہ ہے، جو کہ بالاجماع ”ضعیف“ ہے۔ اس کے بارے میں ادنیٰ کلمہ تو شیعہ بھی ثابت نہیں ہے۔  
 امام یحییٰ بن معین رحمہ اللہ اس کے بارے میں فرماتے ہیں:

لَيْسَ بِشَيْءٍ .

”یہ کچھ بھی نہیں۔“

(تاریخ یحییٰ بن معین بروایة الدوری : ۱۳۵۸)

نیز کہتے ہیں:



لَيْسَ بِثِقَةٍ .

”یہ معتبر نہیں ہے۔“

(تاریخ یحییٰ بن معین بروایۃ الدوری: ۱۷۸۰)

امام ابن عدی رحمہ اللہ کہتے ہیں:

وَهَذَا الَّذِي قَالَهُ ابْنُ مَعِينٍ يُوَافِقُهُ عَلَيْهِ الْأَئِمَّةُ .

”یہ جو امام ابن معین رحمہ اللہ نے کہا ہے، اس پر ائمہ کرام نے ان کی موافقت کی ہے۔“

(الکامل فی ضعفاء الرجال لابن عدی: ۹۳/۶)

خود امام ابن عدی رحمہ اللہ اس کے بارے میں کہتے ہیں:

شَيْعِيٌّ مُحْتَرَقٌ، صَاحِبُ أَخْبَارِهِمْ .

”کٹر شیعہ تھا اور ان کی خبروں کا راوی تھا۔“

(الکامل فی ضعفاء الرجال: ۹۳/۶)

امام ابو حاتم رازی رحمہ اللہ کہتے ہیں یہ ”متروک الحدیث“ ہے۔

(الجرح والتعديل: ۱۸۲/۷)

امام دارقطنی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

إِخْبَارِيٌّ، ضَعِيفٌ .

”یہ اخباری ہے اور ضعیف ہے۔“

(الضعفاء والمتروكون: ۶۶۹)

حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ کہتے ہیں:

وَكَانَ شِيعِيًّا، وَهُوَ ضَعِيفٌ عِنْدَ الْأَئِمَّةِ .  
 ”یہ شیعہ تھا اور ائمہ محدثین کے نزدیک ’ضعیف‘ ہے۔“

(البداية والنهاية : ۲۲۰/۸)

حافظ ذہبی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

كَذَّابٌ .

”یہ جھوٹا ہے۔“

(تاریخ الإسلام : ۱۸۸/۲)

نیز لکھتے ہیں:

إِخْبَارِيٌّ، تَالِفٌ، لَا يُوثَقُ بِهِ .

”یہ جھوٹی روایات بیان کرنے والا اور سخت ضعیف راوی ہے، اس پر اعتماد نہیں کیا جاسکتا۔“

(میزان الاعتدال : ۴۱۹/۳)

③ اس کا دوسرا راوی جابر جعفی، کذاب، متروک، رافضی اور شیعہ ہے۔

اس روایت کو اہل سنت کے اجماعی موقف کے خلاف پیش کرنا انصاف کا خون کرنے

کے مترادف ہے۔

دلیل نمبر ④:

سیدنا ابو طفیل عامر بن واثلہ رحمہ اللہ کہتے ہیں:

كُنْتُ عَلَى الْبَابِ يَوْمَ الشُّورَى فَارْتَفَعَتِ الْأَصَوَاتُ بَيْنَهُمْ

فَسَمِعْتُ عَلِيًّا يَقُولُ: بَايَعَ النَّاسُ لِأَبِي بَكْرٍ، وَإِنَّا وَاللَّهِ أَوْلَى

بِالْأَمْرِ مِنْهُ وَأَحَقُّ مِنْهُ، فَسَمِعْتُ وَأَطَعْتُ مَخَافَةَ أَنْ يَرْجِعَ  
النَّاسُ كُفَّارًا يَضْرِبُ بَعْضُهُمْ رِقَابَ بَعْضٍ بِالسَّيْفِ .

”میں شوروی کے دن دروازہ کے پاس کھڑا تھا، اہل شوروی کی آوازیں بلند  
ہونے لگیں۔ میں نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو یہ کہتے سنا کہ لوگوں نے ابوبکر کی بیعت  
کی، حالانکہ اللہ کی قسم! ہم اس سے زیادہ حقدارِ خلافت تھے، لیکن میں نے محض  
اس اندیشہ کے پیش نظر سکوت اختیار کر لیا کہ (اس خانہ جنگی کی وجہ سے) لوگ  
کفر کی طرف پلٹ کر ایک دوسرے کی گردنیں نہ اڑانا شروع کر دیں۔“

(الضعفاء الكبير للعقيلي: ۲/۲۱۱)

تبصرہ:

اس کی سند سخت ترین ”ضعیف“ ہے۔ امام عقیلی رضی اللہ عنہ یہ روایت ذکر کرنے کے بعد  
لکھتے ہیں:

وَهَذَا الْحَدِيثُ لَا أَصْلَ لَهُ عَنْ عَلِيٍّ .  
”اس حدیث کا سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے کوئی ثبوت نہیں۔“

(الضعفاء للعقيلي: ۲/۲۱۲)

حافظ ذہبی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

وَهُوَ خَبَرٌ مُنْكَرٌ .

”یہ خبر منکر ہے۔“

(میزان الاعتدال: ۱/۴۴۱)

نیز لکھتے ہیں:



فَهَذَا غَيْرُ صَحِيحٍ وَحَاشَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ مِنْ قَوْلِ هَذَا.  
 ”یہ صحیح نہیں ہے، امیر المؤمنین ایسی بات ہرگز نہیں کر سکتے۔“

(میزان الاعتدال: ۱/۴۴۲)

یہ روایت دو وجوہ کی بنا پر ”ضعیف“ ہے:

- ① اس کا راوی حارث بن محمد ہے، جس کو امام ابن عدی (الکامل: ۱۱/۱۹۴) اور امام عقیلی (الضعفاء: ۱۱/۲۱۲) نے ”مجہول“ کہا ہے، لہذا امام ابن حبان رحمہ اللہ کا اسے اثقات (۱۳۶/۴) میں ذکر کرنا کچھ فائدہ نہیں دے گا۔
- ② اس میں رجل مبہم بھی ہے۔

فائدہ:

جس سند میں رجل مبہم کا ذکر نہیں، وہ سند محمد بن حمید رازی کی وجہ سے ضعیف ہے۔ نیز اس میں حارث بن محمد نے سیدنا ابو طفیل رضی اللہ عنہ سے سماع کی تصریح نہیں کی، لہذا رجل مبہم کا اضافہ اس میں بھی موجود ہے۔ یہ المزید فی متصل الاسانید کی صورت بنتی ہے، جس کی بنا پر یہ روایت سخت ضعیف ہے۔

دلیل نمبر ⑤:

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے بھی روایت ہے:

فَتَشْهَدَ عَلِيُّ بْنُ أَبِي طَالِبٍ، ثُمَّ قَالَ: إِنَّا قَدْ عَرَفْنَا يَا أَبَا بَكْرٍ  
 فَضِيلَتَكَ، وَمَا أَعْطَاكَ اللَّهُ، وَلَمْ نَنْفَسْ عَلَيْكَ خَيْرًا سَاقَهُ  
 اللَّهُ إِلَيْكَ، وَلَكِنَّكَ اسْتَبَدَدْتَ عَلَيْنَا بِالْأَمْرِ، وَكُنَّا نَحْنُ نَرَى

لَنَا حَقًّا لِقَرَابَتِنَا مِنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَلَمْ يَزَلْ يُكَلِّمُ أَبَا بَكْرٍ حَتَّى فَاضَتْ عَيْنَا أَبِي بَكْرٍ .

”سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے کلمہ شہادت پڑھا اور کہا: ابوبکر! ہم آپ کی فضیلت پہچانتے ہیں اور اللہ نے جو آپ کو مرتبہ عطا کیا ہے، اس سے واقف ہیں اور جو خیر اللہ تعالیٰ نے آپ کو دے رکھی ہے، اس سے حسد نہیں کرتے، لیکن آپ نے خود ہی یہ حکومت حاصل کر لی (یعنی ہم سے مشورہ نہیں کیا) حالانکہ ہم رسول اللہ ﷺ سے قرابت کی بنا پر اس (مشورہ) میں اپنا حق سمجھتے تھے، پھر وہ اس مسئلہ میں سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ سے مسلسل گفتگو کرتے رہے، حتیٰ کہ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے۔“

(صحيح البخاري: ٤٢٤٠، ٤٢٤١، صحيح مسلم: ١٧٥٩)

تبصرہ:

اس حدیث سے بعض الناس کا دعویٰ قطعی طور پر ثابت نہیں ہوتا، بلکہ ان کے دعویٰ کی قلعی کھل جاتی ہے۔ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کلمہ پڑھ کر اس حقیقت کا اعتراف کر رہے ہیں کہ یہ خلافت آپ کو اللہ نے عطا کی ہے، ہم اس کو چھیننے میں کوئی رغبت نہیں رکھتے، بات اتنی ہے کہ ہم نبی اکرم ﷺ کے قرابت دار ہیں۔ ہم سے مشورہ کیوں نہیں کیا گیا؟ قارئین کرام! بعض لوگوں کی یہ کل کائنات تھی، جس کا حشر آپ نے دیکھ لیا ہے۔ مسلمانوں کے اتفاق کے خلاف اور صحیح احادیث کے خلاف ان بے ثبوت روایات کی کیا حیثیت باقی رہ جاتی ہے؟ ان ضعیف اور موضوع (من گھڑت) روایات کی بنا پر مسلمانوں کے مقابلہ میں علیحدہ امت کھڑی کر لینا افسوس ناک ہے اور ان کی بنا پر صحابہ کرام کو ہدف

طعن بنانا اہل ایمان کا شیوہ نہیں ہو سکتا۔

نبی البلاغہ اور الامامت والیاست جیسی بے سند اور بے ثبوت کتابوں کے حوالے مسلمانوں کے خلاف پیش کرنا عدل و انصاف کا خون کرنا ہے۔ ہمارے نزدیک سند دین ہے۔ بے سند باتوں کا کوئی اعتبار نہیں۔

ہم آخر میں حافظ احمد بن عمر بن ابراہیم قرطبی رحمہ اللہ کا قول فیصل ذکر کیے دیتے ہیں:

وَقَدْ أَكْثَرَ الشَّيْعَةُ وَالرَّوَافِضُ مِنَ الْأَحَادِيثِ الْبَاطِلَةِ  
وَالْكَاذِبَةِ، وَاخْتَرَعُوا نُصُوصًا عَلَى اسْتِخْلَافِ النَّبِيِّ صَلَّى  
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلِيًّا، وَادَّعَوْا أَنَّهَا تَوَاتَرَتْ عَنْهُمْ، وَهَذَا  
كُلُّهُ كِذْبٌ مُرَكَّبٌ، وَلَوْ كَانَ شَيْءٌ مِّنْ ذَلِكَ صَحِيحًا أَوْ  
مَعْرُوفًا عِنْدَ الصَّحَابَةِ يَوْمَ السَّقِيفَةِ لَذَكَرُوهُ، وَلَرَجَعُوا إِلَيْهِ،  
وَلَذَكَرَهُ عَلِيٌّ مُحْتَجًا لِنَفْسِهِ، وَلَمَّا حَلَّ أَنْ يَسْكُتَ عَنْ مِثْلِ  
ذَلِكَ بِوَجْهِهِ، فَإِنَّهُ حَقُّ اللَّهِ، وَحَقُّ نَبِيِّهِ وَحَقُّهُ، وَحَقُّ  
الْمُسْلِمِينَ، ثُمَّ مَا يُعْلَمُ مِنْ عَظِيمِ عِلْمٍ عَلِيٍّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ،  
وَصَلَاتِهِ فِي الدِّينِ، وَشُجَاعَتِهِ يَقْتَضِي، إِلَّا يَتَّقِيَ أَحَدًا فِي  
دِينِ اللَّهِ، كَمَا لَمْ يَتَّقِ مُعَاوِيَةَ، وَأَهْلَ الشَّامِ حِينَ خَالَفُوهُ، ثُمَّ  
إِنَّهُ لَمَّا قُتِلَ عُثْمَانُ وَلَّى الْمُسْلِمُونَ بِاجْتِهَادِهِمْ عَلِيًّا، وَلَمْ  
يَذْكُرْهُ وَلَا أَحَدٌ مِنْهُمْ نَصًّا فِي ذَلِكَ، فَعَلِمَ قَطْعًا كِذْبَ مَنْ

ادَّعَاهُ، وَمَا التَّوْفِيقُ إِلَّا مِنْ عِنْدِ اللَّهِ .

”شیعہ اور رافضیوں نے بہت سی باطل اور جھوٹی احادیث بیان کی ہیں اور نبی اکرم ﷺ کے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو خلیفہ نامزد کرنے کے متعلق نصوص گھڑی ہیں اور دعویٰ کیا ہے کہ ان کے نزدیک یہ تواتر کو پہنچ گئی ہیں۔ یہ سب کا سب جھوٹ کا مرکب ہے۔ اگر اس بارے میں کوئی بات بھی صحیح ہوتی یا سقیفہ والے دن صحابہ کرام کے ہاں معروف ہوتی، تو وہ اس کو ذکر کرتے، اس کی طرف رجوع کرتے اور سیدنا علی رضی اللہ عنہ اسے اپنی دلیل کے طور پر پیش کرتے، نیز ان کے لیے اس طرح کی بات سے خاموش ہو جانا کسی طرح جائز نہ ہوتا، کیونکہ یہ اللہ، اس کے رسول اور خود سیدنا علی رضی اللہ عنہ اور تمام مسلمانوں کا حق تھا۔ پھر سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی عظمت علم اور دین میں پختگی بھی معلوم ہے اور آپ کی شجاعت بھی اس بات کی متقاضی تھی کہ آپ اللہ کے دین کے بارے میں کسی سے نہ ڈرتے، جیسا کہ وہ سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ سے نہیں ڈرے تھے، نیز اہل شام سے بھی نہیں ڈرتے تھے، جب انہوں نے آپ کی مخالفت کی تھی۔ پھر جب سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کو شہید کیا گیا تو مسلمانوں نے اپنے اجتہاد سے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو خلیفہ بنا لیا تھا، آپ رضی اللہ عنہ نے خود اور نہ ہی کسی صحابی نے اس بارے میں کوئی نص ذکر کی۔ چنانچہ قطعی طور پر معلوم ہو گیا ہے کہ اس دعویٰ کا مدعی جھوٹا ہے۔ وما التَّوْفِيقُ إِلَّا مِنْ عِنْدِ اللَّهِ۔“

(المفہم لما اشکل من تلخیص صحیح مسلم: ۵۵۷/۴)

سیدنا علی کی طرف منسوب کتاب نبج البلاغہ (ص: ۳۶۶-۳۶۷) میں لکھا ہے:  
 إِنَّهُ بَايَعَنِي الْقَوْمُ الَّذِينَ بَايَعُوا أَبَا بَكْرٍ وَعُمَرَ وَعُثْمَانَ عَلَى  
 مَا بَايَعُوهُمْ عَلَيْهِ، فَلَمْ يَكُنْ لِلشَّاهِدِ أَنْ يَخْتَارَ وَلَا لِلْغَائِبِ أَنْ  
 يَرُدَّ، وَإِنَّمَا الشُّورَى لِلْمُهَاجِرِينَ وَالْأَنْصَارِ، فَإِنْ اجْتَمَعُوا  
 عَلَى رَجُلٍ وَسَمَوْهُ إِمَامًا كَانَ ذَلِكَ لِلَّهِ رِضَى، فَإِنْ خَرَجَ مِنْ  
 أَمْرِهِمْ خَارِجٌ بَطْعِنٍ أَوْ بَدْعَةٍ رُدُّهُ إِلَى مَا خَرَجَ مِنْهُ، فَإِنْ  
 أَبَى قَاتِلُوهُ عَلَى اتِّبَاعِهِ غَيْرَ سَبِيلِ الْمُؤْمِنِينَ وَوَلَّاهُ اللَّهُ مَا  
 تَوَلَّى.

”میری بیعت ان لوگوں نے کی ہے، جنہوں نے سیدنا ابوبکر، سیدنا عمر بن  
 خطاب اور سیدنا عثمان کی بیعت کی تھی۔ جس کے متعلق حاضر شخص من مانی نہیں  
 کر سکتا اور غائب رد نہیں کر سکتا۔ مجلس شوریٰ صرف مہاجرین و انصار پر مشتمل  
 ہے۔ اگر وہ کسی کی امامت پر اتفاق کر لیں، تو اس میں اللہ تعالیٰ کی رضا مندی  
 شامل ہے۔ اگر کوئی شخص کسی طعن اور بدعت کی بنیاد پر خروج کرنا چاہے، تو  
 اسے واپس پلٹایا جائے گا۔ اگر نہ مانے، تو قتل کیا جائے گا، کیونکہ وہ مسلمانوں  
 کے راستے سے انحراف کرتا ہے، تو اللہ تعالیٰ بھی اس کو اسی طرف پھیر دے گا  
 جس کی طرف وہ پھرنا چاہتا ہے۔“

